ہفت روزہ خدام الدین لاہور



مسلمان کا بنیادی عقیدہ

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی شان میں
گستاخی کا صرف خیال لانے والا
دائرہ اسلام سے خارج ہے

ہم حیران ہیں کہ گستاخی کے الفاظ لاکھوں اشتہارات میں نقل کرنے والے کیسے باادب مسلمان ہیں۔

(حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ)

ہدیہ -/۲ روپے

۱۸ رجب ۱۴۰۴ھ
۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ــــ محمد سعید الرحمن علوی

قاضی گواہ اور مقدمہ کے فریقین

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَ لَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْہُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْہِ فَلَا یَاْخُذَنَّہٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ (بخاری ومسلم)

فیصلوں اور شہادتوں کے باب میں یہ روایت حضرات شیخین امام بخاری، امام مسلم قدس سرہما نے ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کی۔ جس کا مفہوم یہ ہے:۔

کہ نبی محترم، رسول مکرم، قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوات اللہ علیہ و سلامہ نے فرمایا۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بہر طور انسان ہوں۔ اور تم اپنے نزاعات اور جھگڑے لے کر میری طرف رجوع کرتے ہو۔ عین ممکن ہے کہ تم میں سے بعض لوگ دوسروں کے مقابلہ میں حجت قائم کرنے اور بات بنانے میں زیادہ تیز ہوں اور ان کی زیادہ چلتی ہو ــــ اور ظاہر ہے کہ میں فیصلہ انہی باتوں پر کروں گا جو سنوں گا۔ اگر میں نے کسی کے متعلق اس کے بھائی کے حق سے کسی چیز کا فیصلہ کر دیا تو وہ اس سے احتراز کرے اور وہ چیز لینے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ وہ تو میں نے جہنم کی آگ کا ٹکڑا گویا اسے کاٹ کر دیا ہے (جس کی بنیاد اس شخص کی زبان درازی ہے)

اس حدیث پاک سے چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں:۔

پہلی تو یہ کہ نبی محترم علیہ السلام جنس بشر سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک آپ پر ہی منحصر نہیں۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کا یہی معاملہ ہے۔ ہر دور کے کفار اپنے اپنے ادوار کے انبیاء علیہم السلام پر اسی قسم کی الزام تراشی کی اور کہنے لگے کہ صاحب آپ تو ہمارے ہی جیسے انسان ہیں؟

اللہ رب العزت نے ان کے اس لایعنی اعتراض کو ذکر کر کے حضرات انبیاء علیہم السلام کی زبان سے جواب نقل کیا۔

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ کہ اس میں شک نہیں کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ رب العزت اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔

بہر طور حضرات انبیاء علیہم السلام ہوتے تو انسان ہیں لیکن ایسے انسان کہ بقول حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ باقی لوگوں کے بشری کمالات جہاں ختم ہوتے ہیں وہاں سے انبیاء علیہم السلام کے مقام بشریت کی ابتدا ہوتی ہے ــــ وہ معصوم ہوتے ہیں گناہوں سے پاک ــــ

(باقی ۲۴ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۴۲
۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ • ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سانحہ نواب پور

اصل مسئلہ نظام جاگیرداری کا قلع قمع ہے

سانحہ نواب پور کی تفصیل اخبارات میں آ چکی ہے ــــ کوڑھ مغز، شرافت سے عاری اور بے ننگ و نام زمینداروں نے نہ صرف ایک مظلوم کی جان لے لی بلکہ عفت مآب اور باپردہ شریف خواتین کی بے حرمتی کی اور برہنہ کر کے بازاروں میں پھرایا ــــ اس ظلم و بربریت اور درندگی کے ذمہ دار لوگوں کو ملٹری کیس سزا سنا چکی ہے جس میں قید، کوڑے، جرمانہ اور اراضی کی ضبطی شامل ہے ــــ گو کہ بعض اہل نظر کہتے ہیں کہ جرم کی نوعیت سے سزا کم ہے۔ (جیسا کہ ۱۰ اپریل کے اخبارات میں بھی آ چکا ہے) ــــ تاہم ہم عدالت کے وقار کا لحاظ کرتے ہوئے سزا پر کوئی تبصرہ تو نہیں کرنا چاہتے لیکن اس واقعہ کے حوالہ سے دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

۱۔ یہ بات تواتر سے اخبارات میں آ چکی ہے کہ متعدد پولیس کے ذمہ دار لوگوں کی مجرمین سے ملی بھگت تھی ــــ وہ زمینداروں کے ڈیرے پر بیٹھے، محفل ناؤ و نوش برپا تھی۔ بعد میں جب مظلومین نے تھانہ کے انچارج سے رابطہ قائم کیا تو اس کا رویہ صحیح نہ تھا۔

یہ بات ایک نواب پور ہی سے متعلق نہیں اکثر و بیشتر یہی کچھ ہوتا ہے اور ملک میں عام تاثر یہ ہے کہ بالخصوص سنگین جرائم میں ملوث لوگ اور پولیس کی ملی بھگت ہوتی ہے اور جرائم کرنے والے انتظامیہ کو پہلے سے آگاہ کر کے معاملہ طے کر لیتے ہیں ــــ پولیس کی شہرت اچھی نہیں، وہ جرائم کے معاملہ میں شریک محفل اور مجرموں کی پشت پناہ تصور کی جاتی ہے ــــ اس کے بعد جب معاملہ

عدالتوں تک پہنچتا ہے تو وکلاء اپنی فیس کھری کرنے کو مجرموں کے پشت پناہ بن جاتے ہیں اور عدالتی سسٹم جس طرح تھکا دینے والا ہے اس سے رہی سہی کسر پوری ہو جاتی ہے ـــــ موجودہ دور جس میں اسلام کے حوالہ سے اور چادر و چاردیواری کے حوالہ سے بہت ہی ہنگامہ ہوا اور ہو رہا ہے اس میں بھی یہ خرابیاں جوں کی توں ہیں ـــــ نہ عدالتی سسٹم کی اصلاح ہو سکی، نہ وکالت کا نظام اصلاح پذیر ہو سکا۔ اور نہ ہی پولیس و انتظامیہ راہ راست پر آ سکی۔ اس قسم کی صورت حال کا نتیجہ نواب پور جیسے سانحات کی شکل میں ہی سامنے آنا تھا ـــــ

اے کاش! ایسے لوگوں کو کھلے میدانوں میں کھڑا کر کے اس طرح گولی ماری جاتی کہ کم از کم ایک ہفتہ ان کے لاشے لٹکتے رہتے۔ ملک کے ۲۳ بڑے شہر منتخب کئے جاتے ایک ایک مجرم بھرپور منادی کے بعد ایک ایک شہر کے سب سے بڑے چوک میں گولی کا نشانہ بنا کر لٹکا دیا جاتا ـــــ لیکن ان مجرموں سے قبل ان متعلقہ پولیس والوں کو سزا دی جاتی جس کے نتیجہ میں آئندہ کوئی پولیس افسر یا پولیس کا فرد اس قسم کی جرأت نہ کر سکتا ـــــ ضیا حکومت اگر ان مسائل پر توجہ نہ دے گی تو مکافات عمل کا قانون نواب پور کے غریب گھرانہ سے آگے بڑھ کر اسلام آباد کی خوبصورت سڑکوں پر واقع عالیشان بنگلوں تک بھی پہنچ جائے گا۔

۲۔ دوسری بات جو بڑی اہم ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک کا پورا ڈھانچہ زمینداری اور جاگیرداری سسٹم پر قائم ہے۔ ملک کا ہر ضلع دیکھ لیں چند خاندانوں کا پوری زرعی زمین پر قبضہ ہے اور اب یہی خاندان ہیں جو تجارت و صنعت اور حکومت تک پر قابض ہیں ـــــ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں حقیقت ہے ملک کا ستر فیصد سے زائد آبادی دیہاتی ہے جس کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہے ـــــ اور وہاں کا غریب مزارعہ جاگیردار کے رحم و کرم پر ہے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دیہات اور دیہاتی آبادی کالے قوانین کا شکار ہے ـــــ جاگیردار کی زبان قانون ہے۔ دیہاتی تھانے ہوں یا کچھ اور، وہ مزروعہ زمین کی طرح جاگیردار کی ملکیت شمار ہوتے ہیں ـــــ یہ بے ننگ و نام طبقہ انگریزی قہر و جبر کی پیداوار ہے ـــــ اس رسوائے زمانہ طبقہ نے قومے فروختند کا مکروہ کاروبار کر کے یہ جاگیریں حاصل کیں اور اب نسلاً بعد نسلٍ ان جاگیروں کے بل بوتے پر وہ پل رہے ہیں ـــــ ان جاگیروں کے سبب انہوں نے تجارت و صنعت اور حکومتی کلیدی آسامیوں تک پر قبضہ کر لیا ـــــ قرون مظلمہ کی سی کیفیت ان کے علاقوں میں رائج ہے ـــــ ہزاروں افراد ایک ایک جاگیردار کے تحت غلامی کی سی زندگی گذار رہے ہیں ـــــ ایک مزارعہ سال بھر کی محنت کے بعد بھی اسی طرح کنگال ہوتا ہے وہ اپنی بچی کی شادی، اس کی عزت اپنے بچے کی تعلیم اور دوسری ضروریات کے لئے محتاجگی کی زندگی گذارتا ہے جاگیردار فرعون و ہامان کی طرح جیتا اور من بھاتا ظلم کرتا ہے۔ اس کے ظلم کے خلاف داد ہے نہ فریاد ـــــ یہ زمینداری سسٹم رسول مکرم کی احادیث کے حوالہ سے اور حضرت الامام ابو حنیفہ کی فقہ کے حوالہ سے حرام محض ہے لیکن علماء کی زبانیں گنگ ہیں۔ حکمران نشہ اقتدار کا شکار ہیں۔ ارباب فتویٰ کی زبانِ فتویٰ اس موقع پر خشک ہو کر رہ جاتی ہے اور سچائی کا اظہار مشکل ہو جاتا ہے۔ تین بار کی زرعی اصلاحات (نام نہاد) کے باوجود اب تک حالت جوں کی توں ہے ـــــ اے علماء کرام اور اے مفتیانِ

(باقی ۸ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

سیدنا لقمان علیہ السلام کی نصائح

اصلاح اعتقاد و عمل کا لائحہ عمل

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ـــــ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ.

بزرگان محترم، برادران عزیز!

حضرت لقمان علیہ السلام کے نام سے قرآن عزیز میں ایک مستقل سورت ہے۔ جس کے چار رکوعوں میں سے دوسرا رکوع ان کے تذکرہ اور ان کی ان قیمتی نصیحتوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں۔ یہ نصائح اتنی قیمتی اور عجیب و غریب ہیں کہ انہیں اعتقاد و عمل کی اصلاح کا لائحہ عمل کہنا غلط نہیں ـــــ ان کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ رب العزت نے اپنے آخری کلام کا انہیں حصہ بنا دیا۔

حضرت لقمان کی شخصیت اور ان کا دور

شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالےٰ کے بقول اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ نبی تو نہ تھے ہاں غایت درجہ متقی اور پاکباز انسان تھے۔ انہیں رب العزت نے اعلیٰ درجہ کی عقل و فہم اور متانت و دانائی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے عقل کی راہ سے ایسی باتیں کھولیں اور بتلائیں جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و ہدایت کے عین مطابق تھیں ان کی پُر از حکمت باتوں کا تذکرہ مسلسل لوگوں میں موجود ہے اور ایک حصہ قرآن نے نقل کر کے ان کی عظمت کو اور چار چاند لگا دئے ـــــ اس سے شاید یہ بھی مقصود ہو کہ شرک وغیرہ کی قباحت جس طرح فطرت کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے اسی طرح منتخب اہل عقل بھی اس کی خرابی پر متفق ہیں اور انسانی اچھائیاں اور اخلاق فاضلہ کے خیر کا ہر کوئی اعتراف کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دور کے متعلق آتا ہے کہ اس دور میں حضرت لقمان ہوئے اور وہ اصلاً حبشی النسل تھے۔ (واللہ اعلم)

شکرِ نعمت اور اس کا صلہ

رب العزت نے پہلی بات تو یہ فرمائی:

"کہ ہم نے لقمان کو عقل کی نعمت و دولت سے نوازا کہ اللہ کا حق مان (اور شکر گذار بن) اور یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا حق مانے گا تو وہ اپنے بھلے کو مانے گا اور جو کوئی منکر ہو گا تو اللہ تو بے پروا ہے اور سب تعریفوں کا

سزاوار و مستحق ہے"۔

یہ ایک ایسی اصولی بات ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ انسان یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا بندہ ہے۔ اس کا حق پہچانے اس کی شکر گذاری میں اپنی زندگی کھپا دے جس کا تمامتر فائدہ اسی کو ہوگا ——— اور جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں ہے کہ اس سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے ——— رہ گیا ناشکرا شخص تو وہ اللہ تعالےٰ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے گا اپنا نقصان کرے گا کیونکہ اللہ رب العزت تو بے پروا ہے اسے کسی کی تعریف کی احتیاج نہیں۔

پہلی نصیحت

ان کی نصائح میں سے سب پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اے بیٹے اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کیونکہ شرک بڑا بھاری ظلم اور غایت درجہ ناانصافی ہے ——— بقول حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالےٰ:۔

"اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دے دیا جائے؟ اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا، کہ اشرف المخلوقات ہو کر خسیس ترین اشیاء کے آگے سر عبودیت خم کر دے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

توحید کی اللہ تعالےٰ کے یہاں قدر و قیمت اور شرک کی قباحت و برائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہزاروں ہزار انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت میں بنیادی طور پر اسی مسئلہ کو بیان کیا اور اس راہ میں شدید تکالیف برداشت کیں ——— رب العزت اپنی ذات و صفات‘ افعال اور قدرت و ارادہ میں بالکل یکہ و تنہا ہیں۔ اور وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی شرکت گوارا نہیں کرتے ——— بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ وسلم نے کسی کو اپنے سامنے جھکنے یا سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی، کسی کو شاہوں کا شاہ کہنے کی اجازت نہیں دی، کسی کو اس کی اجازت نہیں دی کہ کوئی کہے "جو اللہ چاہے اور جو رسول چاہیں گے"، بلکہ فرمایا صرف اتنا کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

دوسری نصیحت

حضرت لقمان نے دوسری نصیحت والدین کے ساتھ حسن سلوک کی کی۔ قرآن میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد والدین کے حق کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس دھرتی پر بسنے والی مخلوق میں سے والدین سے زیادہ کسی کا حق نہیں اور ان میں سے والدہ کا زیادہ حق ہے۔ اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے ——— قرآن نے کہا کہ دیکھو تمہاری ماں تمہیں اپنے پیٹ میں اٹھا کر پھرتی رہی، تمہیں دودھ پلایا، اس کی ان تکالیف کا خیال کرو اور میرے ساتھ ساتھ ان کے حق کو پہچانو ——— لیکن یاد رکھو:۔

"وہ دونوں یعنی والدین اگر یہ چاہیں کہ کسی کو تم میرے ساتھ شریک کرو تو پھر؟ خبردار، ان کی بات نہ ماننا۔ ان کی اس بات کو رد کر دو‘ ایسے معاملہ میں جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔ بلکہ ان کی مخالفت اور اس قسم کے برے اور فاسد عقیدے سے ان کو روکنا تم پر لازم ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو روکا اور ٹوکا ——— لیکن یہ واضح کر دیا کہ غلط بات میں ان کی اطاعت نہ کرنے کے باوجود‘ دنیا کے معاملات میں ان کی خدمت گذاری اور ان سے حسن سلوک میں کمی نہ آنے پائے۔

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔

والدین خدانخواستہ غلط بات کی رہنمائی کریں تو ان کا کہنا نہیں ماننا۔ پھر کس کا ماننا ہے قرآن نے بتا دیا:۔

"ان کی راہ چلو جنہوں نے میری طرف رجوع کیا" اور وہ بقول علامہ عثمانی رحمہ اللہ انبیاء جیسے مخلص بندے ہیں ان کی تقلید ہوگی نہ کہ ماں باپ کی۔

تیسری نصیحت

تیسری نصیحت میں آپ نے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ ایک دن انسان کی پوری زندگی کا سرمایہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا کوئی اچھا کام کیا یا برا اس کی مقدار کیا ہے، اس سے قطع نظر‘ سب کچھ حاضر ہوگا۔

"اے بیٹے! اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانہ کے‘ پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں لا کر حاضر کرے، اس کو اللہ بے شک جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے۔

چار، پانچ، چھ اور ساتویں نصائح

اگلی آیت میں چار نصائح کا ذکر ہے۔ اقامت صلوٰۃ، جس کی اہمیت سے ہر کوئی واقف ہے یہ الگ مسئلہ ہے کہ کوئی توجہ کرے یا نہ کرے؟ صبح قیامت میں اسی کا سب سے پہلے سوال ہوگا۔ نماز کے بعد اگلی بات امر بالمعروف اور اگلی نہی عن المنکر ہے ——— امت محمدیہ کا فرض منصبی، اس کے خیر امت ہونے کا راز اسی میں ہے۔ نبی کریم علیہ السلام سے اس سلسلہ میں بہت کچھ منقول ہے ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دوگے تو عذاب الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ دعائیں مانگو گے تو قبول نہ ہوں گی ——— بقول مولانا عثمانی

"اقامت صلوٰۃ جس کا معنی بندگی رب کا قیام ہے ——— اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فکر اس لئے ہے کہ مسلمان کو اندازہ ہو کہ ذاتی نیکی کے بعد نیکی کا شیوع اور ترویج بھی اس کی ذمہ داری ہے"

اور اس کے بعد یہ سوچ لے کہ یہ راہ کٹھن اور دشوار گذار ہے اس راہ میں مشکلات پیش آتی ہیں انہیں حوصلے سے سہارنا اور یاد رکھو کہ:۔

"مصائب پر صبر اور وہ بھی دین کے لئے، بڑی ہمت کا کام ہے"

اگلی نصائح

آخری آیات میں ارشاد ہوتا ہے "اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف (یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر بلکہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے مل) اور مت چل زمین پر اتراتا (یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پس پشت لوگ ضرور برا کہتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ) اللہ تعالےٰ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا، شیخی خورا ——— اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔

یعنی

تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر، بے ضرورت مت بول۔ کلام کرتے وقت

(باقی ۱۲ پر)

از ظہیر احمد تاج صاحب

عصرِ حاضر اور اسلام

فکر و نظر کا محاسبہ

اسلام

حقیقت یہ ہے کہ صلاحیتیں موجود ہیں مگر اسلام کی قدر و قیمت معلوم نہیں، راہِ عمل نظروں سے اوجھل ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا اور دین کے تقاضوں کو موافقت اور ہم آہنگی کے ساتھ کیسے پورا کیا جائے ؟

اسلام ہمیشہ وقت کے چیلنج کو قبول کرتا رہا ہے اور آج بھی عصرِ حاضر کی پریشانیوں اور خوفناک مستقبل سے بچانے کا نہایت آسان اور نہایت واضح لائحہ عمل اسلام ہے

اہل دنیا نے مال و دولت کو امن و اطمینان کا ذریعہ سمجھا مگر ایک دوسرے سے بڑھ کر دولت کے انبار جمع کرنے سے پریشانیوں میں اضافہ در اضافہ ہوا۔ اسی لئے قرآن نے دولت کو متاعُ الغرور کہا ہے۔

بعض قوموں نے اسلحہ کی تیاری کو امن و عافیت کا سبب قرار دیا۔ دوسرے نے ان سے زیادہ مہلک ہتھیار بنا کر چیلنج کر دیا۔ جس سے پوری دنیا کا امن و سکون برباد ہے۔

معیشت و معاشرت کی مساوات کو اس کا حل قرار دیا گیا۔ مگر جب اس راہ پر چلے تو گروہی حکومت کے بغیر ایک قدم آگے نہ بڑھے۔ یعنی جیلوں والی زندگی کو اپنایا۔ جس میں کچھ لوگ حاکم اور باقی محکوم و مجبور ہوتے ہیں۔ لوگوں کو ان کی کارکردگی کے مطابق طبقات میں بانٹ دیا گیا ہر طبقہ کو ایک خوراک" ایک لباس اور ایک سے مکان دئے گئے۔ جسے مساوات اور انصاف کہا گیا لیکن حکومتی پارٹی کی پالیسی اور اجازت کے بغیر یہ لوگ نہ دنیا میں کہیں آجا سکتے ہیں نہ اپنی محنت کی کمائی کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں، نہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے ملک سے تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ جیل کی زندگی نہیں تو کیا ہے ؟ حریتِ ضمیر، حریتِ فکر، حریتِ تقریر اور حریتِ تحریر سے یہ نظامِ حیات خالی بلکہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ملکوں میں حکومت کی سخت گرفت اور دار و گیر کی وجہ سے لوگ مذہب کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوگئے۔ اگر ابھی تک کچھ لوگ مذہبی خیال کے زندہ ہیں تو وہ قطعاً مجبور اور بے بس ہیں، نہ حج کر سکتے ہیں اور نہ مساجد میں پانچ وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

لہٰذا دنیا اور آخرت میں کامیابی، مال و دولت کی کثرت اور ثقافتی و تفریحی پروگراموں سے نہیں بلکہ اللہ کے احکام پر چلنے، روحانی تعلیم حاصل کرنے اور معاشرہ کو برائیوں سے پاک رکھنے والی حکومت سے حاصل ہوتی ہے۔

بقیہ : اداریہ

ذوی القدر! خدا کے لئے مزارعت کے اصل حقائق سے امت کو آگاہ کرو اور اے صاحبان اقتدار! اس ملعون و مردود نظام کی جڑیں کاٹ دو ورنہ تمہاری زندگی میں نواب پور کے کئی سانحات رونما ہوں گے، جو تمہاری قومی زندگی کے لئے کلنک کا ٹیکہ ہوں گے اور اس کے نتیجہ میں تم خدا کی بے آواز لاٹھی کا شکار ہو کر ابرہہ کے ہاتھیوں کی طرح تباہ ہو جاؤ گے۔

زاهد الحق قریشی

حقوق العباد ایک اہم پہلو یہ بھی!

حقوق اللہ تو معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن حقوق العباد کی معافی کے لئے ضروری ہے۔ کہ بندہ خود ہی معاف کرے۔ اگر اس دنیا میں کسی سے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لی جائے۔ اور وہ معاف کر دے۔ تو خیر، لیکن اگلی دنیا میں کسی بندے سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو کر معاف کر دے گا۔ خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔ وہاں تو ہر شخص ضرورت مند ہوگا۔ اس کی بھی کوشش ہوگی کہ صرف میں کسی طرح بچ جاؤں۔ دوسروں کی فکر کرنے والی صرف ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہوگی۔ جسے اپنی اُمت کا غم ہوگا۔ کہ کسی طرح میری اُمت بچ جائے۔ حقوق العباد میں تمام بندوں کے حقوق آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو بندہ کسی کے زیادہ قریب ہوگا۔ اُس کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اور اجر بھی زیادہ ملے گا۔ نیچے ایک حدیث پاک کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک عام سے کام کے لئے کوشش کرنے پر کتنا بڑا اجر ہے۔ تو والدین اور قرابت داروں کی خدمت میں کتنا اجر ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں اعتکاف میں بیٹھے تھے آپؓ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے ؟ اس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس کے حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں۔ اس نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے، اس شخص نے عرض کیا، کیا آپؓ اپنا اعتکاف بھول گئے۔ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سُنا ہے۔ اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں۔ جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی۔ اور ایک مسلمان بھائی کی مدد کے لئے کوشش کرنے پر تو دس سال کے اعتکاف سے زیادہ اجر کی خوشخبری سُنائی گئی ہے۔

انسان لفظ انس سے بنا ہے۔ اس لئے کہ انسانی فطرت میں دوسرے انسان کی محبت شامل ہے۔ یہ کسی دوسرے کا نقصان ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش

نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص ڈپو سے چینی خرید کر چلتا ہے۔ اتفاق سے اس کے تھیلے میں ایک سوراخ ہے جس کا اُسے علم نہیں اُس نے چینی سے بھرا ہوا تھیلا سائیکل کے پیچھے رکھا۔ تو سوراخ سے تھوڑی تھوڑی چینی گرنے لگی۔ ابھی وہ شخص چند قدم ہی چلا ہوگا کہ پیچھے سے کوئی نہ کوئی شخص اُسے آواز دے گا" بھائی سائیکل والے تمہاری چینی گر رہی ہے"۔ ایسی مثالوں کا ہم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

لیکن میرا مقصد ایک اہم نقصان کی طرف توجہ دِلانا ہے۔ مسلمانوں میں جذبہ کی کمی نہیں ہے۔ انہیں صرف گائڈ لائن کی ضرورت ہے۔ صرف اُن کے جذبات کے دھارے کو صحیح سمت موڑنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ یہاں تک منکرین خدا بھی اس بات کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن مُسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق مرنے کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہونے والی ہے۔ جو کہ لامحدود اور لافانی ہے۔ ظاہر ہے لافانی اور لامحدود زندگی کا نفع اور نقصان بھی لامحدود اور لافانی ہی ہوگا۔ دنیا کو سمجھانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال ارشاد فرمائی:

کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے۔ کہ گویا اس سے گھر کے لوگ اور مال و دولت چھین لیا گیا ہو۔

یہ مقام غور ہے کہ اس دُنیا میں نماز کے ضائع ہونے کا سبب عام طور پر بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یا کاروبار، مال دولت کی مشغولیت کے باعث ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے مزاج کو سمجھتے ہوئے ایسی تشبیہہ دی ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ نماز کا ضیاع انجام کے اعتبار سے ہی ہے۔ جیسے کسی شخص سے اُس کے بال بچے اور مال و دولت سب کچھ چھین لیا گیا ہو۔ اور وہ اکیلا کھڑا رہ گیا ہو۔ یعنی جتنا رنج و صدمہ اس شخص کو ہو اُتنا ہی ایک نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیئے۔

اب ہم اپنے اردگرد نگاہ ڈالیں۔ ایسے کتنے ہی مسلمان ملیں گے جو اس عظیم نقصان سے دوچار ہیں لیکن ہم نے کبھی ان کی فکر نہیں کی۔ کبھی انہیں اس سے بچانے کی سعی نہیں کی۔ کیا انہیں اس نقصان سے بچانے کے لئے عیسائی اور ہندو کوشش کریں گے؟ نہیں بلکہ اس کے لئے ہم ہی مسلمان بھائیوں کی مدد کریں گے۔ جو مُسلمان خود نماز پڑھتے ہیں۔ اُن پر لازم ہے۔ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی منت سماجت سے، پیار محبت سے انہیں مساجد میں لائیں۔ اور اگر انہیں نماز نہیں آتی تو سکھائیں۔ اگر ہم اس کوشش میں کامیاب نہ بھی ہوں تو بھی ہمیں دس برس کے اعتکاف سے زیادہ ثواب تو مل ہی جائے گا۔

اور اگر ہمارے کہنے سُننے اور کوشش سے کوئی شخص نمازی بن گیا۔ تو جب تک وہ نماز پڑھے گا۔ اُس کی نمازوں کا ثواب اُس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی ملتا رہے گا۔ یہ صدقہ جاریہ ہوگا۔ جیسے بنک میں بعض سودی سکیمیں ہوتی ہیں۔ جن کا سود ہمیشہ ہمیشہ دیا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد یہ رقم وارث کو ملتی رہتی ہے۔ اس طرح اس کا ثواب مرنے کے بعد وارث کی بجائے اس شخص کو قبر میں بھی برابر پہنچتا ہے جس کی کوشش سے اُس شخص نے یہ نیک کام شروع کیا ہوگا۔

حقوق العباد ادا کرنے پر جس طرح اجر و ثواب کی نوید سُنائی گئی ہے۔ اسی طرح حقوق العباد سے لاپرواہی برتنے پر زبردست وعیدیں بھی سُنائی گئی ہیں۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے جانثار صحابہ کرامؓ سے پوچھا میری امت میں سب سے غریب شخص کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہو، پہننے کے لئے کپڑے نہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز نہیں یہ شخص غریب نہیں ہے۔ غریب تو وہ شخص ہے جو کہ حساب کتاب والے دن ڈھیر ساری نیکیاں لے کر حاضر ہوگا۔ اور بہت خوش ہوگا۔ کہ اچانک وہاں اُس سے حقوق حاصل کرنے والے آجائیں گے جن کے حقوق اس نے ادا نہ کیئے ہوں گے۔ وہ آکر اپنا حق طلب کریں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی نیکیاں اُن حق طلب کرنے والوں کو دے دیں گے۔ یہاں تک کہ اُس کی تمام نیکیاں اُن میں تقسیم ہو جائیں گی۔

اتنے میں اور لوگ اپنا حق طلب کرنے آجائیں گے۔ اب یہ شخص کہے گا کہ میرے پاس تو اب مزید نیکیاں نہیں ہیں۔ میں کیا کروں۔ ارشاد ہوگا کہ ان حق طلب کرنے والوں کے گناہ اس کے کھاتہ میں ڈال دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر اس شخص کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا میری امت کا سب سے غریب شخص یہ ہوگا۔

قارئین کرام غور فرمائیے۔ اس حدیث سے دو باتیں واضح ہیں پہلی بات تو یہ کہ صحابہ کرامؓ نے اس دُنیا کی مثال دینے کی کوشش کی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی مثال کو رد فرما کر آخرت کی مثال دے کر واضح فرمایا کہ آخرت کی دنیا کو اس دنیا پر مقدم سمجھو۔ آخرت کی فکر سب سے پہلے کرو بلکہ اس دنیا میں آنے کا مقصد آخرت کی کمائی ہے۔ کیونکہ اس دنیا کا غریب آخرت کے غریب کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

دوسرے اس دنیا میں جس نے حقوق العباد سے لاپرواہی برتی اُس کا انجام نہایت ہی ہولناک ہوگا۔ حقوق العباد سے لاپرواہی برتنے والا یہ سوچ لے کہ وہ جتنی نیکیاں اس دنیا میں کر رہا ہے۔ یہ دراصل اُس شخص کے لئے آخرت میں ڈیپازٹ کر رہا ہے۔ جس کا حق اس نے دنیا میں غصب کیا ہے۔

اب ذرا اپنے اردگرد نظر ڈالئے۔ گھر میں لاڈلا بیٹا رات کو رُوٹھ گیا۔ اور کھانا کھائے بغیر سو گیا۔ اب امی جان کی فکر سے جان ہلکان ہو رہی ہے۔ ابا جان سو سو جتن سے اُٹھا کر منا رہے ہیں۔ بہن بھائی الغرض تمام گھرانہ پریشان ہے۔ لیکن اگر یہی پیارا بیٹا عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو گیا۔ تو گھر میں کتنی پریشانی ہوگی؟

ہمسائے کے گھر آگ لگ گئی تمام محلہ بالٹیوں میں پانی بھر بھر کر آگ بُجھانے کے لئے اس کے گھر میں گھس جاتا ہے۔ کوئی اگر یہ کہے کہ یوں بغیر اجازت گھر میں داخل ہونا ٹھیک نہیں۔ تو سب اُسے احمق کہیں گے۔ کہ ایسے وقت تو ہمسایہ کی فوراً مدد کرنی چاہیئے۔ یہ وقت ان تکلفات میں اُلجھنے کا نہیں ہے۔ کیا کبھی آپ نے نماز کے لئے جاتے وقت یہ سوچا ہے۔ یہ میں نماز پڑھ کر جس عظیم نقصان سے خود کو بچا رہا ہوں اس نقصان سے بچانے کے لئے مجھے کچھ سعی کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو وہ آخرت میں مجھ پر یہ دعویٰ کر دے کہ میرا یہ ہمسایہ پانچ وقت مسجد جاتا تھا۔ اگر یہ تھوڑی سی محنت کوشش کرتا تو میں بھی نماز پڑھنے والا بن جاتا۔

ہمارے کتنے قریبی ایسے ہیں جنہیں نماز ہی نہیں آتی۔ اگر ہم تھوڑا بہت وقت نکال کر انہیں پیار محبت سے نماز سکھا دیں تو ہو سکتا ہے۔ وہ ہم سے زیادہ نمازی ثابت ہوں۔ اور ہم آخرت کے نقصان سے بچ کر آخرت کے فائدہ کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔ میں اپنی تائید میں ایک اور حدیث مقدس کا مفہوم پیش کرتا ہوں:

قیامت کے دن جب ایک خاتون کو جہنم میں پھینک دینے کا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی اے باری تعالیٰ میری گذارش سن لیجیئے یہ ٹھیک ہے میں گنہگار ہوں۔ لیکن میں بہت چھوٹی سی تھی۔ جب میں کوئی بُرا کام کرتی تو میرے والد خوش ہوا کرتے تھے۔ جب بڑی ہوئی تو والد صاحب نے روٹی دیر سے پکانے پر تو مارا لیکن نماز نہ پڑھنے پر کبھی کچھ نہ کہا۔ اگر میرے والد صاحب جس طرح دنیا کے کام غلط ہونے پر مارا کرتے تھے اس طرح آخرت کے کام غلط کرنے پر مارا کرتے تو آج میں گنہگار نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اس عورت کے ساتھ اس کے والد کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے۔ پھر وہ کہے گی کہ میرے بڑے بھائی

کا یہ حال تھا کہ اگر اس کے دوست آتے اور یہ چائے نہ بناتی تو یہ مجھ پر سختی کرتے لیکن مسجد سے وعظ سن کر مجھے کبھی نہ سنایا نہ کبھی نماز پڑھنے پر سختی کی اگر یہ دین کے معاملے میں مجھ پر سختی کرتے تو میں آج جہنم میں نہ جاتی۔ ارشاد ہوگا۔ اسے بھی اس کے ساتھ جہنم میں بھیج دیا جائے۔ پھر یہ اپنے خاوند کی طرف اشارہ کرکے کہے گی کہ اس نے مجھ سے اپنی ہر بات جائز ناجائز منوائی۔ لیکن کبھی دین پر چلنے کے لئے نہ کہا۔ اگر یہ مجھے بری بات سے روکتے اور اچھی بات کی تلقین کرتے تو میری کیا مجال تھی کہ میں ان کے کہنے پر نہ چلتی اور آج جہنم کا ایندھن بھی نہ بنتی۔ اسی طرح آخر میں یہ عورت اپنے سب سے بڑے لڑکے کی طرف اشارہ کرکے کہے گی کہ خاوند کے بعد گھر میں اس کا رعب چلتا تھا۔ یہ اگر چاہتا تو آج میرا یہ انجام نہ ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا۔ اس بڑے لڑکے کو بھی اس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے۔ اور یہ چاروں باپ، بیٹا، خاوند اور بھائی جنتی ہوں گے جنہیں ایک عورت جہنم میں لے جائے گی۔

جس طرح اس مختصر دنیا کا نقصان مختصر ہے۔ اسی طرح یہاں کا فائدہ بھی مختصر ہے۔ جبکہ آخرت کی لامتناہی زندگی کے فوائد و نقصانات بھی لامتناہی ہیں۔ اس مختصر دنیا میں رہتے ہوئے ہم نے آخرت کے لامتناہی فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اور نقصانات سے بچنا ہے۔

اب اگر ایک شخص کا ایکسیڈنٹ ہو جائے اور وہ آخری دموں پر ہو۔ تو ہم کیا کریں گے۔ سب سے پہلے اُس کی جان بچانے کی کوشش کریں گے۔ جو کہ درست نہیں۔ سب سے پہلے اُس کے ایمان کی فکر ہونی چاہیئے۔ یہ جاں بلب مریض اگر خدانخواستہ بغیر ایمان کے چل بسا تو اس کی لامتناہی زندگی برباد ہو گئی۔ لیکن اگر ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو گیا۔ موت کا تو ایک وقت معین ہے۔ اس سے پہلے پہلے ایمان کی فکر کرنی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی جان بچانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ نہ ہو کہ ہم جان ہی بچاتے رہ جائیں اور وہ ایمان کے بغیر ہی رخصت ہو جائے۔ جان سے زیادہ اہمیت ایمان کی ہے۔ ایمان کے ساتھ جان بھی بچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ہر شخص پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے قریبی عزیزوں دوستوں ہمسایوں کے ایمان کی اور آخرت کی فکر کرے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مغربی ممالک میں کوئی شخص مسلمان ہوا اور مسلمان ہوتے ہی اس نے مسلمان کرنے والے کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اُسے جھنجھوڑ کر کہنے لگا کہ " بتاؤ اتنی دیر سے تم یہاں کیوں نہ آئے۔ اگر پہلے آتے تو یقیناً میرے والدین اور دوسرے اقارب جو کہ وفات پا چکے ہیں۔ وہ بھی تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہو جاتے۔ اب جو وہ بغیر ایمان کے اس دنیا سے جا چکے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟"

اُس وقت وہ مسلمان سوائے سر جھکا کر اپنی غلطی کے اعتراف کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن سوچئے اگر آخرت میں ان کے والدین نے ہمارا گریبان پکڑ لیا تو ہمارا کیا بنے گا؟؟؟

بقیہ : خطبہ جمعہ

حد سے زیادہ نہ چلاّ۔ اگر اونچی آواز ہی سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو ـــ وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہہ و کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سری ہو جاتی ہے"۔

(مولانا عثمانی مرحوم)

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو! ایک مخلص و صالح بندے کی نصائح کا لب لباب آپ کے سامنے آ گیا۔ شروع میں جو بات کہی گئی کہ یہ اصلاح عقائد و اعمال کا لائحہ عمل ہے اس پر غور کرکے ان نصائح کا جائزہ لیں تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی سنور جائے گی۔ ـــــــ رب العزت سمع و طاعت کی دولت سے نوازے

خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح تاریخِ شہادت

تحریر: محمد یوسف کاغانی ۔ انجمن تحفظ ناموس صحابہ ـــــ ہزارہ ڈویژن

سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ بدأ الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا کما کان فطوبیٰ للغرباء ـــ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام اپنے ابتدائی (مکی) دور میں لوگوں کے لئے عجیب اور اجنبی تھا، یہی حالت قرب قیامت میں ہو جائے گی، پس قابل مبارک ہیں وہ لوگ جو اس حالت میں بھی اسے تھامے رکھیں ـــ ہم اہلسنت پر آج کے حالات میں یہ حدیث پوری طرح صادق آتی ہے۔ ہم اہلسنت کا آج پاکستان میں یہ عالم ہے ـــ کہ باوجود بچانوے فیصد ہونے کے ہمارا کوئی مطالبہ نہیں مانا جاتا۔ کوئی اپیل نہیں سُنی جاتی کسی فریاد پر توجہ نہیں دی جاتی۔ طویل عرصے سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ خلفائے راشدین کے ایام کی سرکاری تعطیل منائی جائے، لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ اور ایک چھوٹی سی اقلیت کا صرف ایک وفد جا کر ملاقات کرتا ہے اس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ باوجود عشرۂ محرم کی چھٹی ہونے کے مزید نو تاریخ کی بھی چھٹی کر دی جاتی ہے۔

اہلسنت کی طرف سے ہمیشہ یہ مطالبہ کیا جاتا رہا ہے کہ محرم کے دس دن ریڈیو اور ٹی وی کو صرف ایک اقلیت کا نمائندہ بنا دینے کے بجائے اہلسنت کی نمائندگی اس میں بڑھائی جائے اور یکم محرم سے نو محرم تک شہادت فاروق اعظمؓ کا تذکرہ کیا جائے، جو تاریخ اسلام کا سب سے بڑا حادثہ ہے، اور جن کی شہادت اسی محرم کی یکم تاریخ کو ہوئی ہے۔ مگر مجال ہے جو اس مطالبہ پر ذرہ برابر بھی توجہ کی گئی ہو۔ حالانکہ مسلّمہ اصول ہے کہ " گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" یعنی اگر مرتبہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو یہی بددینی ہے اور سب کو معلوم ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا درجہ حضرت حسینؓ تو حضرت حسینؓ ان کے والد خلیفہ چہارم حضرت علیؓ سے بھی بہت زیادہ ہے، پھر اس ملک میں ان کے ماننے والوں کی اکثریت ہے مگر تعجب ہے، ان دس دنوں میں ان کی شہادت کا قطعًا ذکر نہیں کیا جاتا ـــ اس کے علاوہ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ " قبل از مرگ واویلا" کرنا بے وقوفی کی نشانی ہے، اب دیکھئے کہ حضرت حسینؓ شہید تو ہوئے ہیں دس محرم کو مگر ان کے لئے رونا پیٹنا اور ماتم کرنا نو دن پہلے ہی سے شروع کر دیا جاتا ہے۔ کیوں۔؟ صرف اس لئے کہ ہمارا (یعنی اہلسنت کا) حق غصب کیا جائے۔ کیونکہ یکم محرم سے نو محرم تک فاروق اعظمؓ کی شہادت کی وجہ سے ہمارے ایام غم ہیں، لہذا فاروق اعظمؓ کے تذکرے کو مٹانے کے لئے انہوں نے حضرت حسینؓ کا اپنے خاص انداز میں تذکرہ شروع کر دیا۔ تاکہ اگر ہم فاروق اعظمؓ کا تذکرہ کرنا چاہیں تو محبت آل رسول کی دُہائی دی جائے اور ہنگامے شروع کئے جائیں۔ (حالانکہ ہم ان سے زیادہ اور صحیح اسلامی طریقے کے مطابق دس محرم کو یوم شہادت حسینؓ مناتے ہیں)

اسی طرح ہم اہلسنت کا ہمیشہ سے یہ مطالبہ تھا کہ خلفائے راشدین کے ایام کی نہ صرف سرکاری تعطیل منائی جائے بلکہ سربراہِ مملکت اس دن خصوصی پیغام پیش کرے، تاکہ قوم کو اور نئی نسل کو اس دن کی اہمیت کا علم ہو سکے، یہ مطالبہ اس سال یوم صدیق اکبرؓ پر تو خصوصی طور پر کیا گیا اور جنرل ضیاء صاحب وغیرہ کے نام سینکڑوں اپیلیں کی گئیں اور اخباری بیانات آئے مگر

جنرل ضیاء صاحب تو ضیاء صاحب، صوبائی مارشل ایڈمنسٹریٹر نے بھی کوئی پیغام نہیں دیا ــــ اور اب یوم علیؓ پر باقاعدہ دونوں کی طرف سے پیغامات نشر کئے گئے۔ بلکہ صوبائی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے بیان میں تو ایک نہایت حیرت انگیز اور اہلسنت کے لئے تکلیف دہ بات بھی تھی، وہ یہ کہ ــــ انہوں نے نہج البلاغہ کو حضرت علیؓ کی کتاب بتا کر تمام لوگوں کو اس سے استفادہ کی طرف متوجہ کیا ہے، حالانکہ تمام اہلسنت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق اس میں حضرت علیؓ کے نام پر مصنوعی خطبات جمع کر دیئے ہیں۔ اور اس کتاب کا لکھنے والا (شریف رضی) ہے بھی حضرت علیؓ سے چار سو سال بعد کا۔ اس نے اس کتاب میں اپنے شیعی نقطۂ نظر کے مطابق حضرت علیؓ کی زبان سے خلفائے ثلاثہؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرامؓ کو ایسے فحش اور گرے ہوئے الفاظ سے یاد کیا ہے جسے پڑھ کر اہلسنت کا خون غصے سے کھولنے لگتا ہے۔ (مثال کے لئے اس کا صرف ایک خطبہ ہی دیکھ لیا جائے جس کا نام خطبۂ شقشقیہ ہے اور جو کتاب کے ابتدائی حصے میں ہے۔ اردو خواں حضرات شیخ غلام علی کی شائع کردہ نہج البلاغہ میں اس کا ترجمہ دیکھ لیں)

پھر لطف یہ کہ ان دونوں حضرات نے جس تاریخ کو یوم علیؓ کا پیغام دیا ہے، وہ کسی بھی مستند مورخ کے نزدیک یوم علیؓ نہیں ہے۔ وہاں وہی اقلیتی فرقہ اس دن یوم علیؓ مناتا ہے۔ اور اس کے دو وجوہ ہیں:

اوّل یہ کہ ان کے ہاں یہ مسلمہ اصول ہے کہ جہاں تک ہو سکے اہلسنت کی مخالفت کی جائے (دیکھئے ان کی مستند کتاب اصول کافی) یہی وجہ ہے کہ وہ عید میلاد النبیؐ بھی ہمارے ساتھ نہیں مناتے بلکہ دوسری تاریخ کو مناتے ہیں (بلکہ حد یہ کہ جو دن ہمارے لئے یوم غم ہو ــــ جیسے یوم شہادت عثمانؓ ۱۸ ذی الحجہ اس دن یوم عید غدیر کے نام پر خوشی مناتے ہیں)

دوسری وجہ وہی ہے جو محرم میں وہ کرتے ہیں (یعنی فاروق اعظمؓ کے ذکر کو مٹانے کے لئے حضرت حسینؓ کی شہادت میں نو دن باقی رہنے کے باوجود ان کا تذکرہ) چونکہ ۲۱ رمضان المبارک یوم فتح مکہ ہے جس دن حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی والدہ حضرت ہندہؓ اسلام لائی تھیں۔ اور اسی موقعہ پر حضور اکرمؐ نے انہیں یہ عظیم اعزاز عطا کیا کہ "خانۂ کعبہ کی طرح جو شخص حضرت ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لے، اسے بھی امان ہے"۔ اب چونکہ فتح مکہ کے ذکر سے حضرت معاویہؓ (جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ارشاد کے مطابق اہلسنت کے چھٹے امام اور خلیفہ راشد ہیں۔

(حوالے کے لئے دیکھئے الملفوظ جلد نمبر ۳ ص ۱۱ مطبوعہ بریلی)

حضرت ابوسفیانؓ (جو حضورؐ کے خسر محترم تھے، کیونکہ ان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ حضورؐ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں) اور ان دس ہزار قدوسی صحابہ کرامؓ کی تعریف کا پہلو نکلتا ہے جو بائبل کی پیشگوئی کے مطابق فتح مکہ کے موقعہ پر حضورؐ کے ساتھ تھے، اس لئے اس اقلیتی گروہ نے اپنے محرم کے طریقے کے مطابق اس دن (مستند اور مشہور تواریخ کے خلاف) یوم علیؓ منانا شروع کر دیا، تاکہ اگر کوئی اس دن فتح مکہ کا تذکرہ کرنا چاہے تو اسے روکا جا سکے (حالانکہ بعض لوگ ۱۷ رمضان المبارک کو جو یوم وفات ام المومنین عائشہ صدیقہؓ ہے یوم فتح بدر بھی مناتے ہیں، کیونکہ فتح بدر بھی اسی دن ہوئی تھی اور کوئی اہلسنت اس پر احتجاج نہیں کرتا کہ حضرت عائشہؓ کے غم کے موقعہ پر بدر کی فتح کا کیوں ذکر کیا جاتا ہے)

مشہور اور مستند تاریخ کے مطابق حضرت علیؓ کا یوم شہادت ۲۱ رمضان المبارک نہیں ہے بلکہ اکثر مورخین کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح تاریخ شہادت علیؓ ۱۷ رمضان المبارک ہے یعنی تاریخ اسلام کے تین اہم دن ۱۷ رمضان کو پڑتے ہیں۔ اول یوم فتح بدر، دوم یوم وفات حضرت عائشہ صدیقہؓ، سوم یوم شہادت علیؓ، اب ہم مشہور مورخین اسلام کے حوالے پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے مشہور مورخ علامہ

ابن جریر طبری، اپنی تاریخ میں یوم شہادت علیؓ کے متعلق پانچ اقوال لکھتے ہیں، جن میں اولین قابل ترجیح قول ۱۷ رمضان کا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کی تاریخ کے متعلق اختلاف ہے۔

پہلا قول: احمد بن ثابت نے اسحاق بن عیسیٰ کے ذریعہ ابومعشر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ جمعہ کے روز ۱۷ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ یہی واقدی کا قول ہے (پھر ص ۵۰۸ پر بعنوان "حضرت علیؓ کی عمر" اسی کی تائید میں دو قول مزید پیش کئے ہیں)

دوسرا قول: ابوزید نے علی بن محمد کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کوفہ میں جمعہ کے روز گیارہ رمضان کو شہید ہوئے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ رمضان ختم ہونے میں سترہ روز باقی تھے (گویا ۱۳ رمضان کو شہید ہوئے)

چوتھا قول: یہ ہے کہ بجائے رمضان کے ربیع الآخر ۴۰ھ میں شہید ہوئے"۔ (دیکھئے تاریخ طبری کا اردو ترجمہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۸ء خلافت علیؓ والی جلد ص ۴۹۸)

پانچواں قول: اسی تاریخ طبری کے ص ۵۰۸ پر ۱۹ رمضان کا دیا ہے۔

(قابل غور بات یہ ہے کہ اس مورخ نے تمام اقوال دے دئے ہیں۔ جس میں پہلا قول اس کے نزدیک راجح ہے اور وہ کئی سندوں سے اس نے بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام اقوال میں ۲۱ رمضان کے متعلق کوئی بھی قول نہیں ہے)

۲۔ نامور مورخ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں "۴۰ھ میں، ۱۷ رمضان یا ۱۱ رمضان یا ربیع الثانی میں امیر المومنین علیؓ شہید کئے گئے۔ روایت اول؛ یعنی ۱۷ رمضان بہ نسبت پچھلی روایتوں کے صحیح ہے۔ (دیکھئے تاریخ ابن خلدون کا اردو ترجمہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی جلد رسولؐ و خلفائے رسولؐ ص ۵۵)

۳۔ تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر نے بھی یہی ابن خلدون والی بات کہی ہے اور ۱۷ رمضان کو اصح کہا ہے۔ (دیکھئے التاریخ الکامل مطبوعہ بیروت (عربی) ۱۹۶۵ء ج ۳ ص ۳۸۷)

۴۔ البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر نے بھی ۱۷ رمضان ہی کو هوالاصح الاشهر کہا ہے (دیکھئے البدایہ والنہایہ مطبوعہ بیروت (مکتبۂ ریاض) ۱۹۶۶ء ج ۸ ص ۳۳۱)

۵۔ تاریخ الخلفاء (اردو ترجمہ) علامہ سیوطی مطبوعہ نفیس اکیڈمی ص ۲۰۵ پر بھی ۱۷ رمضان ہے۔

۶۔ تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی مطبوعہ نفیس اکیڈمی ج ۱ ص ۵۵۹ پر بھی یہی ہے کہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو حضرت علیؓ شہید ہوئے۔

۷۔ تاریخ الامت، مولانا اسلم جیراج پوری مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور ج ۲ ص ۲۴۵ پر ہے کہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علیؓ رحلت فرما گئے۔

غرض کتنے حوالے دئے جائیں؟ اور کن کن مورخین کا ذکر کیا جائے؟ کیونکہ تمام معتبر اور مستند مؤرخین یوم شہادت علیؓ ۱۷ رمضان ہی کو بتاتے ہیں۔ اس لئے بطور مثال یہ حوالے یقیناً کفایت کرتے ہیں ــــ ہماری طرف سے اپنے مخالفین کو یہ دعوت ہے کہ وہ کسی بھی مستند اور مشہور مورخ کا حوالہ ۲۱ رمضان کے یوم علیؓ ہونے پر نہیں دکھا سکتے۔

آخر میں ہماری اہلسنت سے یہ اپیل ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے مسلسل جمے رہیں اور خلفائے اربعہ کے دن (۲۲ جمادی الثانی، یوم صدیق اکبرؓ، یکم محرم کو یوم فاروق اعظمؓ۔ ۱۸ ذی الحجہ کو یوم عثمان غنیؓ۔ ۱۷ رمضان المبارک کو یوم علیؓ اور یوم عائشہ صدیقہؓ) ان کے نمایاں شان طریقے پر اور صحیح تاریخوں پر منائیں، ان دنوں کی سرکاری تعطیل کرائیں اور سربراہ مملکت سے ان دنوں میں قوم کے لئے پیغام لیں۔ یاد رکھیں اگر آپ نے ان اکابر کے دن نہ منائے، یا صحیح تاریخوں پر نہ منائے (جیسا کہ بعض اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی یوم فاروق اعظمؓ کے سلسلے میں کرتے ہیں کہ بجائے یکم محرم کے دوسری تاریخوں میں سرسری سا منا لیتے ہیں، یا یوم علیؓ بجائے ۱۷ رمضان کے ۲۱ رمضان کو مناتے ہیں) اور کمزوری دکھائی تو ابھی تو صرف یہ حالت ہے کہ یوم علیؓ اقلیت کی مرضی کے مطابق منایا جاتا ہے اور باقی ایام منائے ہی نہیں جاتے، کہیں ایسا نہ ہو نعوذ باللہ عید میلاد النبی بھی (اقلیت کی مرضی کے مطابق) منائی جانے لگے؛

محترم محمد سمیع اللہ صاحب، اسلام آباد

تمباکو نوشی کو چھوڑنے کے تین اہم دلائل اور وجوہات

تمباکو نوشی ہر حالت میں (جس میں سونگھنے کا سفوف یعنی نسوار بھی شامل ہے) لوگوں کی صحت کے لئے خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمباکو کے اندر کول تار اور نکوٹین شامل ہوتی ہے۔ جو دونوں زہریلے مادے ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص تمباکو کو سگریٹ یا حقہ میں استعمال کرتا ہے۔ تو پائپ یا نسوار کے ذریعے وہ کول تار اور نکوٹین جسم کے اندر لے جاتا ہے۔

میڈیکل گزٹ میں شائع ہونے والی ادارہ عالمی صحت کی شماریات کے مطابق، تمباکو نوشی سے تقریباً دس لاکھ انسان سالانہ ہلاک ہوتے ہیں۔ ان شماریات کے مطابق ۹۰ فیصد پھیپھڑے کے کینسر سے ۲۵ فیصد دل کے امراض کی وجہ سے اور ۷۵ فیصد پرانی دوائمی کھانسی کی اموات تمباکو نوشی کی وجہ سے ہوتی ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک محتاط اندازہ کے مطابق تقریباً دس لاکھ مرد اور عورتیں ہر سال تمباکو نوشی کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔

اس وجہ سے شریعت نے نقصان دہ چیزوں کے استعمال پر ناپسندیدگی ظاہر کی ہے۔ جن کی افادیت مشکوک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "وہ شخص جو لہسن یا ہری پیاز استعمال کرتا ہے۔ اس کو عبادت کی جگہ سے دور رہنا چاہیئے (اس کو جماعت کے ساتھ نماز نہیں ادا کرنا چاہیئے) اور گھر پر رہنا چاہیئے۔" (اچھی طرح منہ صاف کر کے شریک نماز ہو)

وہ مخصوص شخص جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو باجماعت نماز نہیں ادا کرنی چاہیئے کیونکہ لہسن اور پیاز جو لوگ کھاتے ہیں۔ ان سے بو آتی ہے۔ اور یہ دوسروں کے پریشانی کا باعث ہوگی۔

آئیے ہم لہسن اور پیاز کی بدبو سے سگریٹ کی بدبو کا موازنہ کریں۔ تمباکو کے کثرتِ استعمال سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ بدبو صرف دورائن (ایک کانٹے دار پھل جو عموماً انڈونیشیا میں پایا جاتا ہے) کی ہوتی ہے لیکن اگر پیاز، لہسن یا دورائن کھانے کے بعد نارنگی یا سنگترہ کھا لیا جائے تو یہ بدبو جاتی رہتی ہے۔ لیکن تمباکو کی بدبو نہیں جاتی۔ اور ہر وقت منہ سے بدبو آتی رہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو پیاز کھاتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ ان کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ اس لئے ان کے لئے کیا کہا جا سکتا ہے۔ جو تمباکو نوشی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

"اور جو کچھ اللہ کا رسول تم کو دے اس کو لے لو۔ اور جس چیز سے وہ ممانعت کرے اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔ ہاں اللہ تعالیٰ بڑے سخت بدلہ چکانے والے ہیں۔" (۵۹/۷)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے ان تمام اچھی چیزوں کو مسلمانوں کے لئے جائز قرار دیں گے اور صرف بری چیزوں کو ناجائز قرار دیں گے۔ تمباکو نوشی کے نقصانات، گندگیاں اور برے اثرات آسانی سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

مزید برآں اس سے عبادت کرنے میں سستی ہوتی ہے۔ اور رمضان کے مہینہ میں تمباکو نوشی کرنے والوں کے لئے روزے رکھنا سخت مشکل ہو جاتے ہیں۔ تمام مکتبہ فکر کے علماء کی غالب اکثریت نے تمباکو نوشی کو مکروہ قرار دیا ہے۔ مکروہ ایسے عمل کو کہتے ہیں کہ اگر اس کو نہ کیا جائے تو افضل ہے۔ اور اگر کبھی کبھار سرزد ہو جائے تو قابل سزا جرم نہیں ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مستقل مکروہ عمل کرنا ایک قابل سزا جرم ہو جاتا ہے۔

تمباکو نوشی کی عادت نے مسلم ممالک میں انیسویں صدی میں جڑ پکڑی۔ مصر، ایران اور برصغیر پاک و ہند کے فقہا (جو اس زمانہ کی مسلم دنیا کے بہترین دماغ سمجھے جاتے تھے) نے ہر پہلو سے انسانی جسم پر تمباکو نوشی کے اثرات کا مطالعہ کیا (یہ بات واضح ہو کہ ہر مسلمان فقیہہ روائتی طور پر ایک تجربہ کار طبیب بھی ہوتا تھا) ان کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ تمباکو ایک ناپاک چیز ہے۔ اور اس لئے مسلمانوں کے لئے اسے ناجائز قرار دیا۔ اور اپنے اس فیصلہ کی دلیل میں قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی ہے۔

"وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے لئے اچھی چیزیں حلال کرتا ہے۔ اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔" (۷/۱۵۷)

مسلم ممالک کے جید فقہا نے تمباکو نوشی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن تمباکو نوشی کی ممانعت کے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک طبقہ اس کا اطلاق حکومت کی وساطت سے چاہتا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کا موقف یہ ہے کہ اجتہادی رائے خطا پذیر ہے اور ایسی حد لوگوں پر لاگو نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے خیال میں تمباکو نوشی کرنے والوں کو ترغیب کے ذریعہ اس عادت کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے۔

اس کے باوجود سلطنت عثمانیہ میں مختصر عرصہ کے لئے اس فیصلہ کو سرکاری طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمباکو نوشی سے بیماری، افلاس اور محتاجی بڑھتی ہے۔ اسی واسطے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ متنبہ کرتے ہیں:

"اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔"
(۲/۱۹۵)

قرآن حکیم سادگی، کفایت شعاری اور دوسروں کی خدمت کا سبق دیتا ہے۔ عام اصول یہ ہے:

"اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔۔۔" (۷/۳۱)

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

"کھاؤ، پیو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، اور ناجائز عمل مت کرو، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔" (۲-۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" روز جزا کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہل نہ سکے گا جب تک وہ پانچ چیزوں کا جواب نہ دے دے، زندگی کس طرح بسر کی، علم کو کس طرح استعمال کیا، جسم کو (جوانی) کس طرح کام میں لائے، دولت کس طرح کمائی اور اس کو کیسے خرچ کیا۔

اس سے زیادہ اور کیا دولت کا غلط استعمال ہو سکتا ہے۔ جبکہ صرف تمباکو نوشی کے ذریعے اسے پھونک دیا جائے۔ حالانکہ اہم اور فوری ضروریات پر خرچ اس کی وجہ سے کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ اس غیر شرعی عادت سے اجتناب کیا جائے اور ہم اپنے آپ کو سنجیدگی سے ان جوابات کے دینے کے لئے تیار کریں جو روز قیامت میں ہم سے کئے جائیں گے، موت کے بعد صرف جواب مانگا جائے گا اور اچھے کام کرنے اور برے کام سے اجتناب کرنے کا رعائتی وقت ختم ہو جائے گا۔

تمباکو نوشی ایک دیو قامت برائی ہے۔ یہ ہاضمہ کے فعل کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ اور بھوک ختم کر دیتی ہے۔ یہ بعض انسانوں میں جنسی قوت کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ اور بعض میں قبض کی بیماری پیدا کر دیتی ہے۔ یہ شباب اور جوانی پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اور بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کو متاثر کرتی ہے۔ یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ تمباکو نوشی پھیپھڑے کے کینسر اور پیٹ کے السر کی بیماریوں کی خاص وجہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ خراب بات یہ ہے کہ تمباکو نوشی کی وجہ سے حرکت قلب بند ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ہمارے بہت سے دانشور غلط فہمی

کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تخلیقی کام تمباکو نوشی کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ان کے مطابق سگریٹ نوشی سے قوتِ ارتکاس بہتر ہوتی ہے۔ اور اس سے ان کو آرام ملتا ہے۔ طبی تحقیقات کی بنا پر یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ یہ مفروضہ بالکل غلط ہے۔ اور خود ساختہ ہے۔ تمباکو نوشی سے کسی قسم کا ذہنی آرام یا سکون نہیں پہنچتا ہے۔ دراصل تمباکو نوشی حافظے کے لئے مضر ہے اور دماغ کی قوتِ ارتکاس میں خلل ڈالتی ہے۔

بہت سے جوان لوگ سگریٹ نوشی اس غلط فہمی کی بنا پر کرتے ہیں کہ اس سے جنس مخالف ان کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس سے وہ زیادہ چست جدید اور جاذب نظر لگیں گے۔ زیادہ تر تمباکو نوشی کرنے والے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب انہوں نے سگریٹ نوشی شروع کی تو وہ اس کے ذائقہ سے محظوظ نہیں ہوئے وہ صرف دوسرے طبقوں مثلاً سیاسی رہنماؤں، فلمی ستاروں اور دوسرے دوستوں کی طرح لگنا چاہتے تھے جو اس کے شائق تھے۔ پھر تمباکو کے پتوں میں زہریلی اور نشیلی خصوصیات کے حامل اجزاء ہوتے ہیں جو نشے کی عادت ڈال دیتے ہیں اس لئے وقتی سگریٹ نوش اور عادی سگریٹ نوش اور نشیلی چیزوں کے غلام ہو جاتے ہیں۔

تمباکو نوشی کے مضر اثرات اب بالکل عیاں ہو گئے ہیں۔ اور یہ غیر فطری عادت انسان کو اپنے فائدے اور اپنے دین اور قوم کی خاطر خیر باد کہہ دینی چاہیئے۔ اس سے پیسہ بچے گا، وقت بچے گا۔ جو اللہ کی یاد میں صرف ہو سکتا ہے۔ اور خود اور قوم کی بہت سی بیماریوں سے نجات ملے گی اور انسان کو اپنی مرضی کا مالک بنا دے گی۔ ہمیشہ یاد رکھئے کہ تمباکو نوشی سے اجتناب ایک اچھا اور بروقت فیصلہ ہے۔

تمباکو نوشی ان لوگوں کے لئے بھی مضرت رساں ہے جو سگریٹ نوشوں کے پہلو بہ پہلو کام کرتے ہیں سگریٹ کا دھواں فضا کو مکدر کر دیتا ہے اور سگریٹ نہ پینے والے کو بے چین، پریشان اور بیمار کر دیتا ہے۔ پس تمباکو نوشی پوری قوم کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ قرآن حکیم اعلان کرتا ہے۔

"اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں ہیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ ہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے۔ اور تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ تو تم کو ان کاموں سے باز رہنا چاہیئے۔ (۵، ۹۰، ۹۱)

پھر بھی کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن حکیم نے صریح طور پر تمباکو نوشی کی مذمت نہیں کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ ہماری انفرادی اور معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات بیان کرے۔ فقہا نے قرآن اور حدیث کی رو سے تمباکو نوشی کی غیر شرعی حیثیت کا اندازہ لگا لیا ہے اگر تمباکو نوشی ناپسندیدہ بات نہ ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیاز اور لہسن کھا کر مسجد آنے کی ممانعت نہ کرتے۔ اس کے علاوہ تمباکو نوشی یا سگریٹ نوشی، اپنی محنت سے کمائے ہوئے پیسہ کو بری طرح ضائع کرتا ہے۔ کچھ رسائل میں یہ بات شائع ہوئی ہے کہ دنیا میں تمباکو نوشی پر جو رقم خرچ ہوتی ہے، وہ اس رقم سے زیادہ ہے جو تمام دنیا کی چھوٹی اور بڑی قومیں مجموعی طور پر اپنے دفاع کے بجٹ پر خرچ کرتی ہیں۔ اتنے بڑے اسراف اور زیاں پر غور کیجئے۔ جو اس تمباکو نوشی کی بے کار اور بے مصرف عادت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور قرآن حکیم اسراف کرنے والوں کے بارے میں کیا کہتا ہے:

"اپنی دولت اسراف میں مت خرچ کرو، کیونکہ اسراف کرنے والے ہمیشہ کے لئے شیطان کے بھائی ہیں"۔ (۱۷، ۲۶، ۲۷)

اس لئے سگریٹ وغیرہ کی تجارت اسلام میں جائز نہیں ہے، اور وہ

شخص جو اس قسم کی تجارت میں لگا ہوا ہے اسے توبہ کرنی چاہیئے تمباکو نوشی دین، جسم اور اقتصادیات کیلئے بری ہے۔ اور جب روحانی، جسمانی اور معاشی نقصانات یکجا ہو جائیں، تو نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمباکو نوشی کے برے اثرات سے محفوظ رکھے، جس کو ہم اپنی دفع الوقتی اور تفریح کے لئے کرتے ہیں۔ یہ پیسہ جو اس طرح بچے گا، وہ بہتر طور پر اور زیادہ ضروری کاموں مثلاً دواخانوں، مدرسوں اور مسافروں کے لئے آرام گاہوں کی تعمیر پر صرف ہوگا۔ لہٰذا ہم سب کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ اس نشہ کو چھوڑ دیں اور اسلام کی عظیم اور شرافت سے بھرپور روایات کے مطابق زندگی گذاریں۔

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (بخاری مسلم)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بھلائی کے کام کراتا ہے۔ پوچھا گیا، اللہ بھلائی کے کام کیونکر کراتا ہے یا رسول اللہ! فرمایا موت سے پہلے اس کو اعمال نیک کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ (ترمذی)

۳۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عاقل اور محتاط شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل اور اپنے قابو میں رکھے اور عمل کرے موت کے بعد کے لئے۔ اور عاجز و درماندہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا غلام ہوا اور پھر اللہ سے بخشش کا آرزومند ہوا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

"اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب

(القرآن ۲۸، ۲۵)

مرکزِ رشد و ہدایت شیرانوالہ میں علم و عرفان کی بارش

دارالعلوم دیوبند کے دو سپوتوں کی آمد

رپورٹ: ظہیر میر

۱۵ر مارچ ۱۹۸۴ء کو حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند کا گرامی نامہ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کے نام دفتر خدام الدین میں موصول ہوا۔ اس مسرت نامہ میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ایک وفد پاکستانی عوام کو دارالعلوم دیوبند کی تازہ ترین صورت حال سے باخبر کرنے کے لئے لاہور پہنچ رہا ہے۔ اس وفد میں جو دو بزرگ حضرات شامل تھے ان میں سے ایک حضرت مولانا معراج الحق مدظلہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سابق پرنسپل، علیگڑھ کی اسلامیات فیکلٹی کے سابق ڈین، شیخ الہند سوسائٹی دیوبند کے ڈائریکٹر، مشہور علمی و ادبی رسالہ برہان کے امیر اور دارالعلوم کے فاضل حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ تھے۔

ہوائی اڈے پر وابستگان اور عاشقان دارالعلوم دیوبند نے ان حضرات کا استقبال کیا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے داماد پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور مقیم ہیں۔ علمی اور ادبی حلقوں میں ان کا خاصہ نام ہے مولانا کا قیام انہی کے ہاں تھا۔ جبکہ حضرت مولانا معراج الحق صاحب کی ہمشیرہ شمالی لاہور میں اقامت پذیر ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی رہائش وہیں رکھی۔

شاہ ولی اللہ سوسائٹی جو گذشتہ دو برس سے حضرت اقدس کی سرپرستی میں قائم ہے نے ان حضرات سے استفادہ کا پروگرام ترتیب دیا — چنانچہ ۲۵ر مارچ بروز ہفتہ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ کی شیخ التفسیرؒ لائبریری میں شاہ ولی اللہؒ سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک فکری نشست کا اہتمام کیا گیا۔ یہ دونوں حضرات وہاں تشریف لائے۔ اہلِ علم حضرات کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ نے ان حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع اس وقت کیا جب حضرت سندھی طویل جلاوطنی کے بعد وطن واپس آ رہے تھے تو بعض ناعاقبت اندیش حضرات نے حضرت سندھیؒ کے خلاف مہم چلائی تو مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے ناقد" کے عنوان سے اپنے رسالہ برھان میں دندان شکن جواب دیا۔ میاں صاحب نے ان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پروفیسر اسلم صاحب کو دعوتِ سخن دی۔ پروفیسر اسلم صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ان حضرات کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ آج ان دو نابغۂ روزگار شخصیتوں کو اپنے ہاں موجود پا رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی اس دور کی بہت بڑی

علمی اور ادبی شخصیت ہیں۔ حضرتِ ابوبکر صدیق رضؓ پر آپ کی تصنیف معرکۃ الآراء ہے۔ حضرت ذوالنورینؓ پر بھی آپ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ مولانا معراج الحق صاحب کے بارے میں پروفیسر صاحب نے بتایا کہ مولانا گذشتہ ۴۱ برس سے دیوبند میں پڑھا رہے ہیں۔ مولانا نے بہت عرصے تک سوائے تدریس کے کوئی دوسرا مشغلہ اختیار نہیں کیا — آپ دارالعلوم کے نائب مہتمم بھی رہے ہے اور آج کل صدر المدرسین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم جو پورے وقت دو زانو بیٹھے رہے۔ حضرت اقدس نے اپنے استقبالیہ خطاب میں فرمایا۔ کہ یہ میرے استاد ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والے وہ بھی میرے استاد ہیں یہ دونوں بزرگ ہمعصر اور ہم سبق ہیں اور ایک ہی زمانہ کے حضرات ہیں —

حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج دنیا میں جہاں بھی کوئی مدرسہ اور مسجد نظر آتی ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ دارالعلوم کے فیض کا نتیجہ ہے۔ شورش کاشمیری کہا کرتے تھے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی دینی مدارس ہیں وہ دیوبند کے فیض سے ہیں اور اگر کوئی محبت سے اس دارالعلوم کو یاد نہیں کرتا تو دشمنی سے تو ضرور یاد کرتا ہے ؎

وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

حضرت اقدس کے تعارفی کلمات کے بعد حضرت مولانا سعید اکبر آبادی نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پروگرام پر مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے فکر کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سامعین حضرات کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فکر پر کام کرنے کی تلقین کی۔

آخر میں حضرت مولانا معراج الحق مدظلہ نے عصر حاضر اور شاہ ولی اللہؒ کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی پروگرام پر عمل پیرا ہے یہ جماعت حضرات صحابہ کرامؓ کو اپنے لئے نمونہ سمجھتی ہے اور ان کے پروگرام کو آگے پہنچانے کے لئے دن رات فکرمند ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے ایسے رجال کار پیدا کئے کہ رہتی دنیا تک ان کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب کسی چیز کی مانگ بڑھتی ہے تو اصلی چیز کی بجائے جعلی اور نقلی اشیاء بازار میں آ جاتی ہیں۔ آج دنیا کراہ رہی ہے۔ اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام دم توڑ رہے ہیں۔ ان حالات میں لوگوں کا دینِ اسلام کی طرف راغب ہونا فطری امر ہے۔ اسلام کو جعلی بنا کر پیش کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تاکہ نقلی اسلام پیش کیا جا سکے۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کے علمبرداروں کا فرض ہے کہ اصلی اسلام پر سے گرد اور مٹی جھاڑ کر دنیا کے سامنے صحیح اور کھرا اسلام رکھا جائے۔

اپنے خطاب کے آخر میں مولانا معراج الحق صاحب مدظلہ نے حاضرین کو دارالعلوم دیوبند کی تازہ ترین صورت حالات سے باخبر کرتے ہوئے بعض سوالوں کے تسلی بخش جوابات دئے۔

تقریب کا اختتام حضرت مولانا معراج الحق صاحب مدظلہ

شیرانوالہ میں قاری عبدالباسط کی آمد

رپورٹ : ظہیر میر

بین الاقوامی شہرت کے حامل مصر کے قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد گذشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ وہ گوجرانوالہ، ملتان، فیصل آباد، ڈیرہ اسمٰعیل خان، سرگودھا، اور اسلام آباد بھی تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے اجتماعات میں تلاوت کلام پاک سے مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا۔

۲۳ مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ قاری عبدالباسط صاحب مدرسۃ البنات شیرانوالہ تشریف لائے۔ شیخ التفسیرؒ ہال میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے بہت سے دوسرے علماء کرام کے ہمراہ قاری صاحب کا استقبال کیا ←— شہر کے جیّد علماء کرام حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالقادرؒ، حضرت مولانا علی اصغر اور دوسرے علماء کرام بھی تشریف لائے — شیخ التفسیر ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا قاری عبدالباسط صاحب نے تمام معززین سے مصافحہ کیا۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح محمد علی نے باکسنگ کے فن کو پوری دنیا میں متعارف کرایا اسی طرح قاری عبدالباسط صاحب کو اللہ نے توفیق دی انہوں نے اپنی منفرد آواز سے پوری دنیا میں قرأت کو زندہ کر دیا ہے۔ آج سے تیرہ چودہ برس قبل قاری صاحب تشریف لائے تو جوان تھے۔ لیکن عمر رفتہ کے باوجود قاری صاحب کی آواز پہلے سے زیادہ منجھ گئی ہے۔ شیرانوالہ کی خوش قسمتی ہے کہ قاری صاحب نے اپنی مصروفیات میں سے یہاں وقت دیا۔ یہ عاشق قرآن کی جگہ ہے۔ حضرت لاہوریؒ نے قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنایا — آج پوری دنیا میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ قرآن کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اسی طرح قاری صاحب کی محنتوں سے پوری دنیا میں قرآن خوبصورت انداز میں پڑھا جانے لگا ہے۔ جس طرح اللہ نے قرآن کی برکت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نوازا اسی طرح قرآن کی برکت سے قاری صاحب کو بھی اللہ نے نوازا ہے۔ پوری دنیا میں قاری صاحب کے شاگرد قرآن سے لوگوں کے دلوں کو منوّر کر رہے ہیں۔

قاری صاحب نے قرآن پاک کے ایک رکوع کی تلاوت فرمائی پورا مجمع وجد میں آ گیا — فضا بار بار ماشاءاللہ، جزاک اللہ، سبحان اللہ، مرحبا اور اللہ اکبر کے کلمات سے گونجتی رہی۔

تلاوت کلام پاک کے بعد حاضرین اور مہمانان گرامی نے ماحضر تناول فرمایا۔ اجتماع خاصا کثیر تعداد میں تھا لیکن سراپا ادب بنا ہوا تھا۔ سٹیج سے اکابرین کی آپس کی گفتگو صاف سنائی دے رہی تھی لوگوں کے دل اللہ رب العزت کے مشکور اور ممنون تھے کہ اس نے اپنے فضل سے ہمیں ایسے علماء کرام نصیب فرمائے جو پیدا تو ہند میں ہوئے لیکن عرب بھی ان کی عزت کرتے ہیں حالانکہ قرآن عربی میں نازل ہوا اور عربی زبان نہ تو ہماری قومی زبان ہے نہ یہاں کے

(باقی پر)

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہورؒ

نزلہ، زکام

س : میری عمر ۱۶ سال ہے قرآن پاک حفظ کرتا ہوں۔ بچپن ہی سے نزلہ زکام میں مبتلا ہوں گلے میں بھی نزلہ گرتا ہے۔ ناک بھی اکثر بہتی رہتی ہے۔ ازراہ کرم کوئی بہترین اور شافی نسخہ تجویز فرمائیں۔

(حافظ عبدالخالق چک ۲۸۱ فیصل آباد)

ج : آپ صبح و شام نمکین پانی سے غرغرے کریں۔ رات سوتے وقت گندم کی بھوسی یعنی آٹے کے چھان کو پانی میں جوش دے کر نیم گرم پیا کریں۔ نیز درج ذیل جوشاندہ صبح و شام پیا کریں۔

گل بنفشہ ۳ ماشہ، سپستان کوفتہ، عدد، عناب ولایتی ۵ عدد تینوں اشیاء گرم پانی میں بھگو دیں۔ اور ایک جوش دے کر پی لیا کریں۔

دھرن

س : میرے ایک دوست کو دھرن کی بیماری ہے اور اس کی بھوک بھی بہت کم ہو گئی ہے کوئی اچھا سا نسخہ تجویز فرمائیں۔

(اے، اے انجم، وہاڑی)

ج : اصلی نک چھکنی بوٹی ایک تولہ باریک پیس کر ایک تولہ پرانے گڑ میں ملا کر چنے برابر گولیاں بنا لیں۔ جب ناف ٹلی ہوتی معلوم ہو ایک گولی پانی کے ساتھ کھا لیا کریں۔ انشاءاللہ صحت ہو گی۔

• گل محمد صاحب، کراچی

س : میں نے ۱۰ فروری ۸۴ء کے خدام الدین میں آپ کا نسخہ پوست ہلیلہ زرد والا پڑھا ہے۔ براہِ کرم یہ نسخہ اور روغن آملہ تیار کر کے بذریعہ وی، پی روانہ کر دیں۔

(گل محمد یوسف سٹور لی مارکیٹ کراچی)

ج : نسخہ کے اجزاء بازار سے خرید لیں اور انہیں کوٹ پیس کر تیار کر لیں۔ یہ اجزاء بازار سے خالص مل جاتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی ملاوٹ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اطمینان رکھئے۔

جوانی کے کیل، سینے کا درد

س (۱) میری عمر سترہ برس ہے دو سال سے میرے چہرے پر کیل نکل رہے ہیں جنہیں لوگ جوانی کے کیل کہتے ہیں۔ تین ہفتے سے فیسرین کریم لگانی شروع کی ہے جس سے کیل دگنے ہو گئے ہیں اور چہرے کا حلیہ ہی بگڑ گیا ہے کوئی ایسی دوائی بتائیں جو خود نہ بنانی پڑے اور بازار سے خرید لوں۔

ب : میرے سینے میں دائیں جانب درد ہوتا ہے۔ درد اچانک ہوتا ہے اور پانچ منٹ تک رہتا ہے۔ لیکن نہایت شدید ہوتا ہے۔ یہ تکلیف بھی اڑھائی سال سے جاری ہے اور کسی بھی وقت ہو جاتی ہے۔

محمد شفیق، عیدگاہ روڈ چنیوٹ

ج (۱) آپ فیسرین کریم کا استعمال جاری رکھیں امید ہے کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ البتہ ایک سستا اور مفت کا علاج یہ ہے کہ لنگوٹی یا انڈرویئر پہن کر

نہایا کریں اور نہانے کے بعد اس لنگوٹی سے چہرہ صاف کیا کریں۔ حیرت انگیز طور پر آپ کے کیل صاف ہونے لگیں گے۔ (انشاء اللہ) نیز گوشت، تیز مرچ مسالے۔ انڈے، مچھلی وغیرہ گرم اشیا سے پرہیز کریں۔ پھل سبزیاں، دودھ، دہی لسی کا استعمال کریں۔

ب: مناسب ہے کہ کسی مقامی معالج سے رابطہ قائم کریں۔ تاکہ وہ طبّی معائنہ کے بعد کوئی علاج تجویز کر سکیں۔

بقیہ : قاری عبدالباسط

اقتدار و اختیار کے ذمہ داروں نے اسے اپنایا نہ ہی یہ ہمارے سکولوں کالجوں میں آئی لیکن یہ علماء ربّانی کے خلوص کا مظہر ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے قریہ قریہ، گلی گلی مدارس دینیہ نظر آتے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ آج مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں بھی عرب بچّوں کو حفظِ قرآن اور قرأت پڑھانے کے لئے پاکستان سے علماء جاتے

ہیں —— نماز عصر سے کچھ دیر قبل ہی یہ بابرکت مجلس ختم ہوئی۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اللہ تعالےٰ کے نمائندے اور ترجمان۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ تمہارے باہمی جھگڑے ہوتے ہیں اور تم انہیں نمٹانے کی غرض سے میرے پاس آتے ہو تو اب ہونا تو یہ چاہئے کہ فریقین اپنا اپنا مؤقف صحت و درستگی کے ساتھ بیان کریں اس میں کوئی غلط بات نہ ہو — ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی قوتِ گویائی کمزور ہے وہ اپنا مافی الضمیر زیادہ احسن طریق سے بیان نہیں کر سکتا اور دوسرا ایسا ہے کہ جس کی زبان تیز ہے —— تو تیز زبان والا ناحق پہ ہونے کے باوجود زبان کی تیزی کے سبب اپنے حق میں فیصلہ لے لیتا ہے۔ کیونکہ جج تو فیصلہ گفتگو پر کرتا ہے —— وہ عالم الغیب نہیں ہوتا —— یہ تو اللہ رب العزت کی صفت ہے وہی دل کے راز جانتا ہے —— باقی کوئی غیب نہیں جانتا —— باقی جو کرے گا وہ ظاہری حالات کی بنیاد پر کرے گا۔ اگر کسی تیز زبان والے شخص نے ایسی حرکت کی اور اس کے سبب اس کے حق میں فیصلہ ہو گیا تو ایسا شخص جہنم کی آگ کا ٹکڑا لے رہا ہے جس کا اسے بے حد نقصان ہوگا۔ اس کو اس سے بچنا اور دوسرے کے حق سے دستبردار ہو جانا ضروری ہے —— مروّجہ دور کا نظام وکالت جس میں قانون کی کتابیں اور جج صاحبان کے رولز کا دریا اس لئے بہایا جاتا ہے کہ واقعی معنوں میں مجرم، جرم کی سزا سے بچ جائے اور وکیل صاحب کو معقول فیس اور انعام مل جائے، انتہائی نقصان دہ بات ہے، جس کی وعید و سزا وہ ہے جو آپ نے حدیث میں ملاحظہ فرمائی —— کہ ایسا شخص جہنم کی آگ کا ٹکڑا حاصل کر رہا ہے اس لئے کسی بھی مقدمہ اور نزاع کے فریقین اور گواہوں کو انتہائی احتیاط سے آگے بڑھنا چاہیے۔ مبادا کوئی ایسی خلاف عدل حرکت ہو جائے جو اخروی نقصان کا باعث ہو —— اللہ رب العزت اپنے کرم سے نوازے۔

بیٹے کو نصیحت

تف ہے تجھ پر، تو دو رُو اور دو زبان اور دو کردار نہ ہو۔ (یعنی ظاہر اور باطن میں یکساں رہ)
(نصائحِ غوث اعظمؒ)

بقیہ : بیٹے کے نام باپ کا خط

ہے خوشی گھر سبھی سامان سے تو بھر گئے
بن گئی کوٹھی سبھی چیزیں میسّر آ گئیں
پوری ہو سکتی نہیں دنیا میں ہر اک آرزو

بال میرے سر کے بیٹا گرچہ سارے جھڑ گئے
شکر ہے محنت میری گئی اکارت تو نہیں
ختم ہو جاتا ہے انساں کرتے کرتے جستجو

طوُر! ملنے کے لئے مَیں بھی بڑا بے چین ہوں
ٹکٹ کے پیسے نہیں ہیں اس لئے مَیں کیا کروں؟

باسمہٖ

حضرت مولانا عبید اللہ انور نے اپنے ایک خادم خالد بٹ صاحب کو پروفیسر سرور صاحب کی کتاب "مولانا عبید اللہ سندھی" عنایت کرتے ہوئے اس پر درج ذیل عبارت اپنے قلم سے لکھی۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے بے غرض انہماک اور خود فراموش
محویت کے ساتھ قرآن حکیم سے جو ٹوٹ کر محبت کی ہے اور
پھر اس صحیفۂ آسمانی کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے جو قربانیاں
دی ہیں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملے گی ان کی
زندگی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے عبارت ہے ان کی
روح قرآن کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بے چین تھی اس لئے
ان کی طبیعت نے کہیں قیام و قرار گوارا نہ کیا ایک ملک سے
دوسرے ملک ایک شہر سے دوسرے شہر محض تعلیم و
تبلیغ قرآن کے لئے پہنچ جاتے اس طرح انہوں نے تواصی
بالحق اور تواصی بالصبر کا حق ادا کر دیا

آج ان کے شاگرد دنیا کے ہر خطہ میں خدمت قرآن
میں مصروف ہیں قرآن پڑھاتے وقت انہوں نے جو
نکتے پیدا کئے رہتی دنیا تک لوگ اس کی ستائش
کرتے اور سر دھنتے رہیں گے

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

عزیز تریں خالد بٹ سلمہ اللہ تعالیٰ

خدا آپ کو قرآن عظیم اور اس
سچے انقلابی اور مجاہد فی سبیل اللہ
سے نسبت عطا فرمائے آمین

دعاگو
احقر عبید اللہ انور
۵ر اپریل ۸۴ء

اس مختصر تحریر کو مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہ کی کتاب زندگی کا خلاصہ کہنا چاہئے۔

(علوی)

بیٹے کے نام پردیسی باپ کا خط

اے ، ڈی طور

خط تیرا آیا نے 'عرب ٹائمز' میں بیٹے جب پڑھا
کتنے خوش تھے تم سبھی لاہور ائرپورٹ پر
باری باری نوجوان ، بوڑھے گلے ملتے رہے
بھیجنا ٹی وی کلر پہلے ، کہا فوّاد نے
بات میری بھی سنیں کہنے لگی پھر ماہ جبیں
انتنے میں امّی تمہاری نے کہا بچو ! چلو
ہاں تو منّو کی بھی سائیکل بھیجنی نہ بھولنا
بھیج دینا پارسل میں سوٹ اور کچھ ساڑھیاں
بک کرا دینا فریج 'اے سی' جونہی ٹائم ملے
بھیجنا سونے کا پینڈل اور راڈو کی گھڑی
بھیجنا اِک ریڈیو میرے بھتیجے کے لئے
نیشنل کی ٹیپ اور اچھی سی بس اِک استری
تیری خالہ اور خالو نے کہا دیکھو ظفر
کان میں چپکے سے ماموں نے تیرے اتنا کہا
تیرے چچا نے کہا ویزا مجھے بس چاہئے
کچھ نہیں چاہئے کہا نانی نے ماتھا چوم کر
طیش میں آ کر تمہارے نانا بولے دیکھئے
سامنے آنکھوں کے نقشہ الوداعی آ گیا
درمیاں سب کے کھڑا تھا ہار میں بھی پہن کر
اور فرمائشیں بھی اپنی ساتھ بتلاتے گئے
ساتھ وی سی آر بھی ابّو ! کہا جوّاد نے
سب سے پہلے گھر میں ہونی چاہئے واشنگ مشین
میں انہیں چیزیں بتاتی ہوں ذرا تم چپ رہو
وہ بھی خوش ہو جائے گا اچھا نہیں دل توڑنا
آ رہی ہیں کچھ عزیزوں کی قریب اب شادیاں
گرمیوں سے پہلے پہلے تاکہ ہم کو مل سکے
جون میں آئے گا پاکستان جب واقف کوئی
اس کا پھوپھا بھی گیا کویت ہے تاکہ کہہ سکے
یہ بھی لے رکھنا کہیں ناراض ہو بھابی تیری
ایک برقع بھیجنا اور ساتھ چھ میٹر سئمر
یاد سے ارسال کرنا پیس میرے سوٹ کا
جس طرح بھی ہو سکے جلدی مجھے بلوائیے
میں تو حج کرنے کو جاؤں گی تمہارے خرچ پر
سب سے پہلے میرا کمبل اور چھتری بھیجئے

ایک ہستی تھی مگر جس نے طلب کچھ نہ کیا
وہ میری ماں تھی کہ جس نے دی مجھے دل سے دعا

آپ تو لے کر امیدیں، آرزوئیں چل دئے
رات دن میں نے مسلسل کام یاں اتنا کیا
لسٹ لے کر ہاتھ میں جاتا یکم تاریخ کو
ہر مہینے پارسل یاں سے وہاں جاتے رہے
آپ کو رہتا وہاں چیزوں کا اپنی انتظار
سات سالوں سے یہی چکر ہے بیٹے چل رہا
میں اُڑا فرمائشوں کی لسٹ ہاتھوں میں لئے
آدمی سے گھس کے میں پرزہ مشین کا بن گیا
"سوق" سے چیزیں اٹھا لاتا یکم تاریخ کو
خط نئی فرمائشوں کے پھر مگر آتے رہے
میں یہاں پر "میس" میں روٹی بھی رہا کھاتا آدھا
حیف پھر بھی دوسروں کو میں نہ راضی کر سکا

(باقی ۲۵ پر)